ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

مولوی لطف علی کے سیفل نامہ کا ایک قدیم قلمی نسخے سے محمد بشیر احمد ظامی کے مرتبہ نسخے سے تقابلی مطالعہ

A COMPARATIVE STUDY OF MAULVI LUTAF ALI’S SAIFAL NAMA FROM AN OLD MANUSCRIPT WITH BASHIR AHMAD ZAMI’S COMPILED SAIF UL MULUK

Riaz Husain Khan Sindher
Assistant Professor Department of Siraiki IUB.riaz.sindher@iub.edu.pk
Shafia Ayoub
Research Student.shafiaayoub7@gmail.com
Qudsia Nayyar
Lecturer Department of Siraiki IUB. qudsiq.nayyer@iub.edu.pk
Anam Rafiq
Lecturer Department of Siraiki IUB.anam.rafiq@iub.edu.pk

Abstract

Saifal Nama by Maulvi Lutaf Ali is a masterpiece of Siraiki literature. Saifal Nama also gained great popularity and influenced also countless people. The wonder is that where it influenced poets and writers, it influenced a common man even more.
Khawaja Farid says about the Saifal Nama “In the beginning, there was no word except for the words of Saifal written by poet Lutaf Ali. Like all classical poets, Lutaf Ali’s Saifal Nama could not be published in his life time. Eighty-Eight years after the death of Maulvi Lutaf Ali, Saifal Nama was published for the first time. From its first publication, Saifal Nama gained great popularity which resulted in fact that various publishers in Punjab started publishing it regardless of the soundless of the text in view of their financial gained. As a result, there are many manuscripts of the printed text, but none of them meet the criteria of authentic or correct text in view of this need, Muhammad Bashir Ahmad Zami published Moulvi Lutaf Ali’s Saifal Nama under the name of Saif ul Muluk. This is much better and superior work then the previous work. It is valued in academic and literary circles. Despite all this, the need for an authentic text is still needed. For this reason, for the first time in 2010 a comparative study of Muhammad Bashir Ahmed Zami’s manuscript was done with the belief and hope that in this way we will have the authentic text of Maulvi Lutaf Ali in future.
This article includes an introduction to Maulvi Lutaf Ali, a brief history of the printing of his kalaam, an interoduction to Muhammad Bashir Ahmed Zami, and the results of a comparative study of the Saifal Nama manuscript with Muhammad Bashir Ahmed Zami manuscript.

Keyword: Saifal Nama, Manuscript Lutaf Ali, Muhammad Bashir Ahmed Zami

سیفل نامہ یا سیف الملوک کو مولوی لطف علی کی زندگی میں ہی کافی شہرت حاصل ہو چکی تھی۔ لوک اسے مزے لے لے کر پڑھتے۔ "اس مثنوی کا پہلا نسخہ مصنف کی وفات کے اٹھاسی سال بعد ۱۸۷۹ء میں کان پور کے کسی ناشر نے شائع کیا۔ اس کے تقریباً تیرہ چودہ برس بعد دوسرا نسخہ روز بازار سٹیم پریس امرتسر میں چھپا۔"(۱)"ان دونوں اشاعتوں میں متن کی صحت کا تقریباً پورا پورا خیال رکھا گیا اور پڑھنے والوں کی سہولت کیلئے کثیر الفاظ پر اعراب لگائے گئے۔ پہلا ایڈیشن ممکن ہے خط نسخ میں چھپا ہو ۔ لیکن دوسرا ایڈیشن خط نستعلیق میں شائع ہوا۔"(۲) ان دو ایڈیشنز کے علاوہ تقریباً چار پانچ مطبوعہ نسخے ملتے ہیں۔ جن میں اکثر پر سن اشاعت تک بھی درج نہ ہے۔"سیفل نامہ"از مولوی لطف علی عام و خاص میں دلچسپی رکھنے والی مثنوی کے طور پر اپنی پہلی اشاعت سے ہی مشہور ہو گی تھی۔ اس شہرت اور طلب کے باعث پبلشرز نے صحت کلام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا اور اپنی مالی منافعت کو سامنے رکھا اور غلطیوں سے بھرے مجموعے شائع کرتے رہے۔ اس بارے میں محمد بشیر احمد ظامی لکھتےہیں۔ "ان دو ایڈیشن کے بعد پنجاب کے متعدد پبلشروں مثلاً۔۱) ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار ، لاہور، ۲)۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجر کتب کشمیری بازار لاہور، ۳)۔ ملک بشیر احمد تاجر کتب کشمیری بازار ، لاہور وغیرہ وغیرہ نے اس مثنوی کو چھاپا۔ مگر ان میں اغلاط کی اس قدر کثرت ہے کہ ان میں سے دو

اشعار کو بھی صحیح طور پر پڑھنا دشوار ہے۔ "(۳) اس کے علاوہ مجاہد جتوئی نے ۱۹۲۲ ءمیں ملتان کے مشہور تاجران کی طرف سے ایک سیف الملوک کے چھپنے کا ذکر کیا ہے۔" نسخہ مکمل اور درست حالت میں ہے۔ پہلے صفحے پر ہی اس کا ترقیمہ موجود ہے مکمل قصہ سیف الملوک مصنفہ مولوی لطف علی بہاول پوری، حسب فرمائش حافظ شمس الدین منور الدین تاجران کتب ملتان۔ جہاں سے ہر قسم کی کتابیں ملتی ہیں۔ ازطلوع شمس دین عالم منورشد تمام اہل اوصاف حمیدہ شد ازان محبوب عام ۱۹۲۲ء با اہتمام ملک رام کشن صاحب پر کھٹ کرشنا سٹیم پریس ملتان میں چھپا۔"(٤)ایک اور مطبوعہ نسخے کا ذکر بھی مجاہد جتوئی نے کیا ہے جو مبارک لائبریری محمد آباد کی ملکیت ہے۔ اس پر سن اشاعت تو درج نہیں ہے مگر اس میں باقی ماندہ سے ایک انفرادیت ضرور ہے اس کی اشاعت کے زمانے کا تعین بھی انداز تاً مجاہد جتوئی نے کیا ہے۔" نسخہ ہذا پر تاریخ اشاعت درج نہیں ہے۔ لیکن ہم یقین سے کہے سکتے ہیں کہ یہ نسخہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء کے درمیان شائع ہوا ہوگا۔ کیونکہ اس میں سرائیکی کے اضافی حروف کو واضح کیا گیا ہے الگ علامتوں کے ساتھ یہ نسخہ ناشر منظور سیرانی اندرون بوہڑ گیٹ ملتان کی طرف سے شائع ہوا۔"(۵) قصہ سیفل نامہ کی طباعت کے حوالے سے ایک خوبصورت کام سندھی ادبی بورڈ کی طرف سے شائع ہوا ۔ جسے مولوی محمد صادق رانٹی پوری نے مرتب کیا اور جگ مشہور محقق ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اس کا مقدمہ لکھا۔ "قصہ سیفل نامہ کی زندگی میں ایک اہم موڑ آیا جب سندھی ادبی بورڈ نے ۱۹۶۰ء میں سندھی رسم الخط میں یہ نسخہ شائع کیا۔ اس نسخے کو مولوی محمدصادق رانٹی پوری نے محنت شاقہ سے ترتیب دیا اور اس پر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ جیسے بڑے ادیب نے مقدمہ لکھا ۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ اس حوالے سے سندھ سے باہر بھی تلاش جاری رکھتے تھے۔ وہ مولوی لطف علی کی قبر پر بھی آئے اس نسخہ میں ان کی تصویریں بھی شامل ہیں۔"(٦) مولوی لطف علی کا سیفل نامہ سندھی رسم الخط میں کتنی محنت سے تیار ہوا اس کی علمی و تحقیقی حیثیت کے بارے میں مجاہد جتوئی لکھتے ہیں۔ "یہ کام نہایت اعلیٰ ہے گو کہ متن کے حوالے سے متاخرین کے زمرے میں آتا ہے۔ اکثر مقامات پر ان کے پاس وہی الحاقی مصرعے ملتے ہیں جو نسخہ میانجی غلام محمد میں شامل ہیں۔ اس کا ایک ہی مطلب ہے کہ انہوں نے اپنا کام نسخہ میانجی غلام محمد کی بنیاد پر کیا ہے۔ مولوی محمد صادق رانٹی پوری نے کام میں کوئی کسر نہیں رکھی ۔ جو ان سے ہو پایا انہوں نے کیا ، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے اس میں ٤٥ صفحے کا بہت وقیع علمی مقدمہ شامل کیا ہے۔ ممکن ہے کہ سیفل نامہ سندھ میں اس سے پہلے بھی شائع ہوا ہوگا لیکن جس شان سے یہ نسخہ شائع ہوا ۔ اس سے سندھ کے لوگوں کو مولوی لطف علی کا نیا تعارف حاصل ہوا ہوگا۔(۷) سیفل نامہ کی طباعت کے مختصر سے تعارف کے بعد بات کرتے ہیں سیفل نامہ مرتبہ محمد بشیر احمد ظامی کے بارے میں کہ انہوں نے اس نسخہ کو کس طرح ترتیب دیا۔ محمد بشیر احمد ظامی نے بڑی محنت ، محبت اور تحقیق کے معیاری اصولوں کے مطابق اس نسخہ کو مرتب کیا ۔ اس کی سب سے بڑی خوبی جو اس سے پہلے سرائیکی زبان کے کسی مرتبہ نسخہ میں نہیں ملتی وہ ہے اپنے ماخذات کی نشاندہی جن سےاس نسخہ کو مرتب کرنے کیلئے استفادہ کیا گیا۔ محمد بشیر احمد ظامی سے پہلے ہمارے کسی محقق نے اپنے ماخذات کی نشاندہی نہیں کی اور ان کے بعد بھی شازو نادر ہی ماخذات کی نشاندہی کا طریقہ اختیار کیا گیا ہو۔ یہ محمد بشیر احمد ظامی کی محققانہ ایمانداری ہے یا اسے ان کی جدید سوچ وفکر بھی کہے سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کیلئے تحقیق کی راہوں کو کھلا رکھا اور آگے جانے کے راستے کی بھی نشاندہی کی۔محمد بشیر احمد ظامی خود لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس نسخے کی ترتیب کیلئے کیا کیا۔ "اس کا پہلا ایڈیشن کا نپور کے کسی مطبع میں ۱۸۷۹ء سے قبل شائع ہوا ۔ اور کچھ عرصہ بعد دوسرا ایڈیشن امرتسر کے روز بازار سٹیم پریس میں چھاپا گیا۔ ان دونوں اشاعتوں میں اس مثنوی کی صحت کا پورا خیال رکھا گیا۔ اور پڑھنے والوں کی سہولت کیلئے کثیر الفاظ پر اعراب لگائے گئے۔ پہلا ایڈیشن ممکن ہے خط نسخ میں چھپا ہو۔ لیکن دوسرا ایڈیشن خط نستعلیق میں شائع ہوا۔ جس کا ایک نسخہ (اول و آخر کے چند اوراق سے محروم) میرے پاس موجود ہے۔ اس پر اکثر الفاظ پر اعراب ہیں۔ حواشی پر بعض الفاظ کےمعنی درج ہیں۔ تقریباً تمام بحروں (بندوں) پر سرخیاں موجود ہیں...... مجھے اس کا ترجمہ معہ شرح لکھنے کیلئے متعدد نسخوں کا ذخیرہ رکھنے کے باوجود بھی صحیح نسخہ کی تلاش میں کافی تردد کرنا پڑا۔ اور دور دراز کے بہت سے کتب خانوں کی خاک چھاننی پڑی۔ مولوی عبدالواحد خان صاحب گڑھی اختیار خان

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

کے کتب خانے سے مجھے دو قلمی نسخے ملے ۔ جو استفادہ کے قابل تھے۔ اور میں نے اس مثنوی کی درستی وصحت کےلیے ان سے کافی استفادہ کیا۔ باقی جس قدر بھی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخہ جات میسر آئے وہ تقریباً سب کے سب غلط اور ناقابل استفادہ تھے۔ دو صیح نسخے یہ ہیں۔

۱)۔سیف الملوک قلمی مرقومہ مولوی غلام محمد صاحب بلوچ مستوئی ساکن چاچڑاں از خاندان استاد حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ تاریخ تحریر ۱۳۷۰ھ

۲)۔ سیفل نامہ قلمی از مولوی خدا بخش صاحب سکنہ کوٹ سمابہ مرقومہ رجب ۱۲۸۸ھ ان کے علاوہ میں نے ایک اور قلمی نسخہ سیف الملوک سے بھی استفادہ کیا۔ جو مجھے عزیزی محمد اقبال اطال اللہ عمرہ کے ذریعےتحصیل صادق آباد قصبہ بھٹہ واہن سے میسر آیا اسے محمد قاسم ساکن موضع مہر شاہ نے رقم کیا ہے اور اس پر تاریخ تحریر ۸ جمادی الاخر ۱۳۰۱ھ درج ہے۔"(۸)"سیفل نامہ" کی اشاعتی تاریخ میں آخری کام مجاہد جتوئی نے کیا۔ انہوں نے تیس کے قریب قلمی نسخہ جات اور تمام مطبوعہ نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک شاندار نسخہ سیفل نامہ از مولوی لطف علی بعنوان "سیفل نامہ بالتحقیق" مولوی لطف علی بہاولپوری ترتیب دیا اور اسے ۲۰۲۰ء میں شائع بھی کر دیا۔ تمام قلمی و مطبوعہ نسخوں کا تقابلی مطالعہ کیا گیا۔ مصرعہ وار بھی اور لفظ وار بھی ۔ تمام الحاقی مصرعوں کو خارج نہیں کیا بلکہ علیحدہ کر کے اپنے ماخذات کی سند سے اپنی رائے دی ہے اور ردوقبول کو آنےوالے تحقیق کاروں کیلئے کُھلا چھوڑ دیا ہے ۔یہ کام انتہائی عرق زیری والا کام ہے جسےمجاہد جتوئی نے بڑی محنت سے سر انجام دیا ہے۔ اس سب کے باوجود بھی وہ "سیفل نامہ" مرتبہ محمد بشیر احمد ظامی کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔ "اس نسخے کے تعارف سے پہلے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو شرف "دیوان فرید" کے بارے میں مولانا عزیز الرحمن کو حاصل ہے وہی شرف محمد بشیر احمد ظامی کو "سیفل نامہ" کے حوالے سے حاصل ہے۔"سیفل نامہ" کی اشاعت گوکہ ۱۸۷۲ء سے شروع تھی لیکن وہ سب کچھ ایک محدود اور مخصوص طبقہ کی حد تک تھا ۔ اسے عمومیت اور علمی حلقوں میں اور خواندہ طبقے میں متعارف کرانے سے لیکر نصاب کا حصہ بنانے میں صرف اور صرف محمد بشیر احمد ظامی کا علمی، ادبی، ثقافتی، تاریخی کارنامہ ہے۔ محمد بشیر احمد ظامی بلاشبہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم اپنی اس کاوش کو ان کے نام سے منسوب کریں ۔ ہمارے اس کام کی بنیاد انہی کے کام پر ہے، اس کام میں جہاں کہیں بھی کوئی خوبی نظر آئے اسے ظامی صاحب کی طرف سے سمجھا جائے۔"(۹)

محمد بشیر احمد ظامی ایک علمی ادبی شخصیت تھے بہاول پور کی ادبی تاریخ کا ناقابل فراموش کردار تھے۔ محمد بشیر احمد ظامی سرکاری ریکارڈ کے مطابق ۱۳ اپریل ۱۹۱۳ کو موضع لنگر واہ وستی چنڑاں جبکہ وہ خود کہتے تھے کہ میرا سن پیدائش ۱۹۱۰ء ہے آپ مولوی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے چھوٹی عمر میں والد صاحب کے ساتھ حج کے سفر کی سعادت بھی حاصل کی مذہبی تعلیم کے سلسلے میں ہی آپ قصور اور لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں رہتے ہوئے آپ نے ۱۹۳۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور اگلے سال ۱۹۳۱ء میں پنجاب یونیورسٹی سے پروفینسی (ادیب عالم) اُردو کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۳۵ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ہی مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور اُردو آنر کی ڈگری حاصل کی ۱۹۳۷ء میں ادیب عالم عربی کا امتحان پاس کیا۔

آپ کی پہلی ملازمت ضلع گورداس پور میں بطور اُردو فارسی ورنیکلر اینڈ کلاسیکل ٹیچر کے ہوئی تھوڑے ہی عرصے بعد آپ نے اسلامیہ ہائی سکول پونچھ کشمیر میں اُردو، عربی اور فارسی کے استاد کے طور پر جوائن کر لیا ۔ یہاں آپ نے سکول کی ملازمت کے ساتھ ہفت روزہ اخبار "اتحاد" میں بطور ایڈیٹر بھی خدمات سر انجام دیں۔ اسی قیام کے دوران آپ نے ایک کشمیری خاتون سے شادی کی جو تھوڑے عرصے بعد اللہ کو پیاری ہوگئی۔ بیوی کی وفات کے بعد آپ وہاں کی ملازمت ترک کر کے واپس بہاولپور آگئے۔ یہاں پر انہوں نے سب سے پہلے سنجر پور پرائمری سکول میں مدرس کے طور پر ملازمت اختیار کی حالات کا اندازہ صرف اسی ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کشمیر میں محمد بشیر احمد ظامی کی تخواہ پچاس روپے ماہانہ تھی۔ یہاں سنجر پور سکول میں ان کی تنخواہ بیس روپے تھی۔ یہاں سے پھر آپ نے ٹیچر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ جوائن کیا ۔ اور آخر ۱۹۷۱ءمیں وہاں سے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

۵۸ سال کی عمر میں ریٹائر ہوگئے۔ کشمیر سے واپس جب آپ بہاول پور آگئے تو آپ کی دوسری شادی خاندان میں کر دی گئی۔ آپ کی ساری اولاد اسی دوسری خاندان والی بیوی سے ہے۔ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی۔ مختصر شخصی تعارف کے بعد آپ کے علمی ادبی قد کاٹھ کے بارے میں یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں ہے صرف ان کی علمی ادبی حیثیت کے جاننے کیلئے ان کی تصنیفات کی فہرست دی جاتی ہے، جس سے ہم باآسانی محمد بشیر احمد ظامی کی علمی ادبی شخصیت کے بارے جان سکتے ہیں۔

۱)۔مثنوی سیف الملوک،۲)لغات سرائیکی،۳)سرائیکی زبان دا قاعدہ، ٤)۔ پھلاں دے ہار(بچوں کے لیے شاعری کی کتاب)،۵)۔بہاولپوری،ملتانی زبان، ٦)۔سرائیکی زبان دا ارتقاء، ۷)۔چھرکے،۸)۔نخلستان،۹)کانڈھے تے گانڈھے، ۱۰)۔سعدی آکھیا(شیخ سعدی کی ایک سو حکایات کا ترجمہ ہے)،۱۱)۔بہار سرائیکی(اس کا موضوع محاورات ضرب الامثال اور گرائمر ہے)، ۱۲)۔ سرائیکی اُردو بول چال(سرائیکی گرائمر بارے ہے)،۱۳)۔سرائیکی لوک کہانیاں۔

"مولوی لطف علی مرحوم ضلع رحیم یار خان کے ایک قصبہ بہادر پور میں پیدا ہوئے ان کےوالد کا نام غیاث الدین تھا۔ جن کی قوم نیجڑہ تھی ۔ مولوی صاحب کی شادی سمیجہ قوم کی ایک عورت سے ہوئی۔ جس میں سے ایک بیٹا پیدا ہوا ۔ اسکا نام موہن رکھا گیا۔ جو عین عالم جوانی میں فوت ہوگیا۔ مولوی صاحب پراس حادثے کا بہت گہر ا اثر پڑا۔ ان کی صحت جواب دے گئی اور چہرے کا رنگ سیاہ پڑ گیا ۔ آپ حضرت بہاؤالدین زکریا کے مرید تھے۔ ان کی بہت سی تصنیفات میں سے "سیف الملوک، قدسی نامہ کے چند اشعار ایک ڈوہڑہ اور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مدح میں لکھا گیا ایک قصیدہ باقی رہ گیا ہے۔ آپ کو ایک سُناری سے عشق ہوا تھا۔ اور ۸۰ سال کی عمر میں وفات پاگئے۔"(۱۰)میر ی ذاتی تحقیق یہ ہے کہ مولوی لطف علی قصبہ بہادر پور میں پیدا ہوئے۔ جوکہ ملتان سے چار میل دور شمال میں ہے۔"(۱۱)سرائیکی زبان کے معروف محقق میر حسان الحیدری "تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند" میں مولوی لطف علی کی حیاتی اور علاقے کے بارے میں لکھتے ہیں آپ کی ولادت ۱۷۱٦ء/۱۱۲۹ھ میں ہوئی۔ آپ کی وفات کا سال ۱۷۹٤ء/۱۲۰۹ھ میں ہوئی راقم السطور کے خیال کے مطابق حضرت لطف علی کا وطن قصبہ بہادر پور (نزد مئو)ضلع رحیم یار خان ہے جسکے شواہدو دلائل نا قابل تردید ہیں۔"(۱۲)

صدیق طاہر اپنی کتاب "ویورے" میں لطف علی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "ملک الشعراء مولوی لطف علی ۱۷۱٦ء/۱۲۰۹ھ میں سابق ریاست بہاولپور کے ضلع رحیم یار خان کی نواحی بستی ، بہادر پور میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد عالم دین تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم اپنی بستی سے حاصل کی اور اعلی تعلم کے لئے ملتان گئے۔ جو ان کے عہد میں علم وفن کا بڑا مرکز تھا۔ وہیں انہیں اپنے عہد کے جلیل القدر شخصیات کے ساتھ ملاقات کا موقع ملا۔ لطف علی کی وفات ۱۷۹٤ ءمیں ہوئی۔"(۱۳)

سجاد حیدر پرویز اپنی کتاب "سرائیکی زبان کی مختصر تاریخ" میں لطف علی کے بارے میں لکھتے ہیں۔"ایک اور روایت کے مطابق مولوی لطف علی گڑھی نیجڑہ علاقہ جمال الدین والی کے رہنے والے تھے۔ اور مؤ مبارک رحیم یار خان والوں کے مرید تھے۔ ان کی وفات اسی ۸۰ سال کی عمر میں ہوئی۔ اور مقبرہ بھی وہیں پر ہے۔ جسے مخدوم سجاد حسین قریشی مرحوم نے اپنے گورنر پنجاب کے دور میں تعمیر کروایا۔"(۱٤)

تمام محققین مولوی لطف علی کو بہادر پور کا کہتے ہیں سوائے سجاد حیدر پرویز کے جو مولوی لطف علی کو " گڑھی نیجڑہ" کا کہتے ہیں۔ بہادر پور پر متفق ہونے کے باوجود اس بات پر اختلاف باقی رہ جاتا ہے کہ بہادر پور کونسا ہے۔ نذد جلال پور پیر والا ضلع ملتان ہے۔یا پھر رحیم یار خان والا ہے۔ علاوہ ازیں آئینہ دارالسرور میں بتائی گئی مولوی لطف علی کی عمر ۸۰ سال پر سب متفق ہیں ۔ میر حسان الحیدری اپنے ایک مضمون "مولوی لطف علی کی بستی" میں اپنی تحقیق سے مولوی لطف علی کے علاقے کے بارے میں تمام اختلاف اور تاویلات کو سامنے رکھتے ہوئے حقائق کے ساتھ مولوی لطف علی کے وطن کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "حضرت لطف علی کے دادا کا علاقہ گڑھی نیجڑاں ہے۔ یہ گڑھی آج بھی موجود اور آباد ہے۔ یہ بستی تحصیل صادق آباد میں جمال الدین والی کے نزدیک احمد واہ کے کنارے پر آباد ہے۔احمد واہ آج بھی بہہ رہا ہے۔ اور گڑھی بھی سر سبز وشاداب موجود ہے۔ حضرت لطف علی کی قوم نیجڑہ اور ان کی شادی ان کے ماموں کے خاندان میں سگی خالہ زاد سے ہوئی جس وجہ سے وہ دونوں بستی نیجڑہ چھوڑ کر بہادر پور آن بسے تھے۔"(۱۵)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

زیر مطالعہ قلمی نسخہ اس وقت فوٹو کاپی کی صورت شعبہ سرائیکی کی ملکیت ہے یہ نسخہ شعبہ ہذا کی لائبریری کے لیے سرائیکی زبان کے نامور شاعروافسانہ نگار محترم حبیب فائق کے توسط سے ملا۔ یہ اُن کے دادا محمد بخش فائق کی لائبریری میں تھا ۔ محمد بخش فائق اپنے وقت کے معروف خطاط اور انقلابی شاعر تھے انہوں نے اپنے کلام میں عصری مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے سرائیکی شاعری کے لیئے نئے موضوعات کا انتخاب کیا۔ ان کے کلام واسلوب نے شاعری کو نئی بنیادیں فراہم کی۔ ڈاکٹر مہر عبدالحق کے مطابق "محمد بخش فائق پاکستانی ز بانوں میں شہر آشوب لکھنے والے پہلے شاعر ہیں"۔(١٦)سیفل نامہ قلمی ایک قدیم دستاویز ہے۔ اور اپنی صورت خطی کی وجہ سے بھی اس کا تعلق پُرانے اور قدیم زمانے سے بنتا ہے۔سب سے پہلے قلمی نسخے کی املا کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ اس میں سرائیکی زبان کی مخصوص آوازوں کے لیے علیحدہ سے کوئی علامتی نظام موجود نہیں ہے۔ زیر تقابل قلمی نسخے کی املاءکو جو صورت دی گئی ہے اس کی وضاحت ضروری ہے۔ اس کی صورت خطی یا املاء کے بارے جاننا جتنا ضروری ہے اتنا قاری کیلئے اس املاء کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ آج کی املاء اور اس قلمی نسخے کی املاء میں جو فرق ہے وہ تین واضح شکلوں میں نظر آتا ہے پہلا یہ کہ زیر تقابلی قلمی نسخے میں "الف" اور "آ" ،"ت" اور "ٹ"، "د" ،"ذ"، اور"ز"،"ر" اور "ڑ" اور"ک" اور "گ" میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ دوسرا املا کا فرق یہ ہے کہ زیر تقابل قلمی نسخے میں چھوٹی "ی" اور بڑی"یے" میں بھی کوئی فرق نہیں کیا گیا بلکہ دونوں "یے" کو جیسے دل چاہ لکھا گیا ہے۔ "دھرتی" کو بڑی "یے" کے ساتھ بھی لکھا گیا ہے۔ تیسرا املا کا فرق یہ ہے کہ اس قلمی نسخے میں مرکب آوزوں "بھ ، پھ، تھ، ٹھ، کھ، گھ" وغیرہ کا استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کی جگہ ایک آنکھ والی "ہ" کو استعمال کیا گیا ہے۔

زیر تقابل قلمی نسخے کی املاء کا باریک بینی سے مطالعے کرنے اور درج بالا مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے بڑی محنت سے لفظ کو صیحح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس محنت سے جب پورے نسخے کی املاء پڑھ لی جاتی ہے تو ایک حوصلہ افزا اور انتہائی خوشگوار تاثر ابھرتا ہے وہ یہ کہ دوران کتابت نسخہ کی صورت خطی میں بتدریج ارتقاء ہوا ہے۔ جہاں اس قلمی نسخے میں مرکب آوازیں استعمال نہیں ہوئی تھیں وہاں پر تین جگہیں ایسی بھی آتی ہیں جہاں پر تین مرکب آوازیں "ھ، کھ، گھ" کو کاتب نے اپنے نسخے میں استعمال کیا ہے اور کاتب نے ادھا نسخہ لکھنے کے بعد باقی جو آدھا بچا تھا اُس میں بعض مقامات پر اعراب کا استعمال بھی کیا ہے۔ الفاظ کے صیح تلفظ کیلئے اعراب کے استعمال اور مرکب آوازوں کے استعمال سے یقیناً املاء اور تحریر کی صورت خطی میں بہتری آئی اور زبان کے تحریری روپ نے ترقی کی نشوونما پائی جو کسی بھی زبان کی ترقی کیلئے بڑی خوش آئند بات ہے۔ ایک سطح یہ ہے کہ جہاں ت اور ٹ ، د اور ڈ اور ک اور گ میں کوئی فرق نہیں کیا گیا لیکن ایک سطح پر آکر تلفظ کی صیح ادائیگی کے لیے اعراب کی ضرورت پیش آنے لگی اور مرکب آواز کی علامت علیحدہ سے واضح کر کے لکھنے کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا۔ اور پھر نسخے میں مرکب آوازوں کا استعمال کیا گیا ۔

زیر مطالعہ قلمی نسخے کا تقابل محمد بشیر احمد ظامی کے نسخے سے تین طرح پر کیا گیاہے۔ بند وار، مصرعہ وار اور لفظ وارسب سے پہلے قلمی نسخے کا تقابل بند اور مصرعوں کی تعداد کا کیا گیا ہے۔ جو کہ ہمیں تین طرح سے محاصل ملتے ہیں۔سب سے پہلے قلمی نسخے اور محمد بشیر احمد ظامی کے مرتبہ نسخے میں بند کا تقابل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اضافی بند محمد بشیر احمد ظامی کے مرتبہ نسخے میں موجود ہیں اور یہ اضافی بند قلمی نسخے میں موجود نہیں ہیں۔ دوسرے نمبر پر مصرعوں کا تقابل کیا گیا ہے وہ مصرعے جو محمد بشیر احمد ظامی کے نسخے میں تو موجود ہیں لیکن قلمی نسخے میں موجود نہیں ہیں۔ اور تیسرے نمبر پر وہ بند اور مصرعے آتے ہیں جو کہ قلمی نسخے میں تو موجود ہیں لیکن محمد بشیر احمد ظامی کے مرتبہ نسخے میں موجود نہیں ہیں۔ان تمام بند اور مصرعوں کا آپسی تقابل کیا گیا۔ اس تقابل میں املاء اور صورت خطی سے صرف نظر کیا یہ کام آگے لفظ وار تقابل میں ہوگا۔ اس تقابل کا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ قلمی نسخے سے بیس (٢٠) بند مکمل محمد بشیر احمد ظامی کے مرتب کردہ نسخے میں سے اضافی ہیں۔

سیفل نامہ قلمی میں کل مصرعوں کی تعداد ۳۰٤۲ ہے ۔ مصرعہ وار تقابل کے مطالعے کا حاصل کچھ اس طرح ہے۔ قلمی نسخے میں ۷۰ مصرعے ایسے ہیں جو نسخہ محمد بشیر احمد ظامی میں نہیں ہیں اور نسخہ محمد بشیر احمد ظامی میں ۳۰۹ مصرعے ایسےہیں جو قلمی نسخہ میں موجود نہیں ہیں۔ ان دو کے علاہ مشترک مصرعوں کی تعداد ۲۹۷۲ ہے۔

قلمی نسخے کے ۷۰ منفرد مصرعوں میں ۱۳ مصرعے ایسے ہیں جن کا کچھ حصہ نسخہ کی قدامت کے باعث ضائع ہو گیا ہے۔ یا کاغذ اپنی عمر پوری کر گیا ہے یا پھر کاغذ کو لگنے والی بیماریوں نے اس حصے کو ضائع کر دیا ہے۔ وجہ کوئی بھی ہو سکتی ہے مگر اس انتہائی اہمیت کے حامل قلمی نسخے کے ۱۳ مصرعوں کا ضائع ہونا انتہائی افسوس کی بات ہے۔

قلمی نسخہ کے ان ۷۰ منفرد مصرعوں میں ٤ مصرعے ایسے ہیں جن کو تمام تر کوشش کے باوجود نہیں پڑھا جا سکا۔

قلمی نسخے کے ۷۰ منفرد مصرعوں کو علیحدہ کر لیا جائے اور نسخہ محمد بشیر احمد ظامی کے ۳۰ منفرد بند کے علاوہ ۳۰۹ منفرد مصرعوں کو علیحدہ کر لیا جائے تو باقی ۲۹۷۲ مصرعے ایسے بچتے ہیں جو سیفل نامہ قلمی اور مرتبہ محمد بشیر احمد ظامی میں مشترک ہیں اب ان مشترک مصرعوں کا لفظ وار تقابلی مطالعہ کیا گیاہے اور اس تقابل کے نتائج درج ذیل ہیں۔

قلمی نسخے اور محمد بشیر احمد ظامی کے نسخے میں املائی اور صورت خطی کا اختلاف ہے۔ دونوں نسخوں کی کتابت کے درمیان تقریباً ۱۵۰ سالہ فاصلہ ہے۔ یقیناً اس عرصہ میں سرائیکی زبان کے رسم الخط نے ترقی کی ہے اور صورت خطی میں بہتری کے ساتھ معیاری پن کا بھی اضافہ ہوا ہے۔ محمد بشیر احمد ظامی کے نسخہ میں سرائیکی زبان کی مخصوص آوازوں کیلئے علیحدہ علامتیں دی گئیں ہیں۔ مرکب آوازوں کے لیے بھی علامات استعمال کی گئی ہیں اس کے علاوہ آ،ا، ت، ٹ، د،ذ، ز، ر، ڑ، ک، گ، ی اور ےکو الگ الگ علامات سے لکھا گیا ہے جبکہ قلمی نسخہ میں ایسا رسم الخط استعمال نہیں ہوا۔

دونوں نسخوں میں بہت سارے مصرعے ایسے ہیں جن میں اضافی الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں۔ قلمی نسخے کے مصرعے میں جتنے لفظ ہیں محمد بشیر احمد ظامی کے نسخے کے مصرعے میں ایک یا دو لفظ زیادہ ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ان اضافی الفاظ سے مطلب و مفہوم میں فرق نہیں پڑتا ۔

قلمی نسخہ اور محمد بشیر احمد ظامی کے نسخے میں ایسے مصرعے بھی موجود ہیں جن میں مصرعے کے تمام لفظ مشترک ہیں اور ان کی تعداد بھی برابر ہے مگر ان کی مصرعے میں ترتیب میں اختلاف ہے۔ یہ صورتحال دونوں نسخوں کے مصرعہ جات میں موجود ہے۔

قلمی نسخہ اور محمد بشیر احمد ظامی کے نسخہ میں ڈھیر سارے مصرعے ایسے بھی ہیں ۔ جن میں مصرعے کے الفاظ بھی برابر ہیں اور ان کی ترتیب بھی ایک جیسی ہے مگر علاقائی محاورےکا فرق ہے۔ مطلب ایک جیسا ہے۔ محاورہ تبدیل ہونے سے معنی و مفہوم میں بھی فرق نہیں پڑتا۔ یہ عمل دونوں نسخوں میں موجود ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ حسان الحیدری، میر، ادبیات مسلمانان پاکستان وہند(مدیر خصوصی: گروپ کیپٹن سید فیاض محمود ، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، چودھویں جلد، ۱۹۷۱ء، ص: ۲۸۷

۲۔ ظامی، محمد بشیر احمد (مرتب)، سیف الملوک، بہاول پور، اُردو اکیڈمی، طبع دوم ۱۹۹٤ء،ص: ۲۵

۳۔ ایضاً

٤۔ مجاہد جتوئی (مرتب)، سیفل نامہ بالتحقیق، خان پور، راز تاجدار لائبریری، فیض آباد، ۲۰۲۰ء،ص:۵۱

۵۔ ایضاً،ص:۵۲

٦۔ ایضاً،ص:۵۲

۷۔ ایضاً،ص:۵۳

۸۔ ظامی، محمد بشیر احمد (مرتب)، سیف الملوک، بہاول پور، اُردو اکیڈمی، طبع دوم ۱۹۹٤ء،ص:۲۵

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3 2024

۹۔ مجاہد جتوئی (مرتب)، سیفل نامہ بالتحقیق، خان پور، راز تاجدار لائبریری، فیض آباد، ۲۰۲۰ء،ص:۵۳

۱۰۔ کیفی جام پوری، سرائیکی شاعری، ملتان، بزم ثقافت، ۱۹۶۹ء ، ص:۲۴۸

۱۱۔ ایضاً،ص:۲۴۹

۱۲۔ حسان الحیدری، میر، ادبیات مسلمانان پاکستان وہند(مدیر خصوصی: گروپ کیپٹن سید فیاض محمود ، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، چودھویں جلد، ۱۹۷۱ء، ص:۲۸۷

۱۳۔ صدیق طاہر، ویورے، بہاولپور، سرائیکی ادبی مجلس، ۱۹۹۶ء، ص: ۱۱۰

۱۴۔ سجاد حیدر پرویز، پروفیسر، سرائیکی زبان وادب کی مختصر تاریخ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۵ءص: ۳۳۸

۱۵۔ جاوید چانڈیو(مرتب)، سویل۔I ، بہاول پور، اسلامیہ یونیورسٹی، ۱۹۹۵ء، ص:۴۶

۱۶۔ ناصر، نصراللہ خان، سرائیکی شاعری دا ارتقاء، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ، ۲۰۰۷ء، ص:۵۷۵